(26)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے عاشقوں کی والہانہ محبت اور اس کے ایمان افزاء نظارے

(فرمودہ 22 اگست 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"اس ہفتہ جماعت کو ایک نہایت ہی درد پہنچانے والا اور تکلیف میں مبتلا کرنے والا واقعہ پیش آیا ہے یعنی منشی ظفر احمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے ایک تھے وہ اس ہفتہ میں فوت ہو گئے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ مَیں اس وقت ڈلہوزی میں تھا۔ جب ان کی نعش یہاں لائی گئی اور مَیں اس جنازہ میں جو اُن کی لاش پر پڑھا گیا شامل نہیں ہو سکا۔ مجھے ایسے وقت میں اطلاع ہوئی جبکہ مَیں کل صبح ہی آ سکتا تھا۔ پہلے تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ تار دوں کہ جنازہ کو اس وقت تک روک لیا جائے جب تک مَیں نہ پہنچ جاؤں لیکن گرمی کی وجہ سے اور اس خیال سے کہ کہیں اس عرصہ تک روکنے سے نعش کو نقصان نہ پہنچے مَیں نے تار دینا مناسب نہ سمجھا اور اس بات کو مقامی لوگوں پر چھوڑ دیا کہ اگر نعش رہ سکتی ہے تو وہ میرا انتظار کریں گے کیونکہ انہیں علم ہے کہ مَیں آنے والا ہوں اور اگر مناسب نہ ہوا تو وہ انتظار نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب مَیں یہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ پرسوں رات ہی انہیں دفن کیا جا چکا ہے۔ سو مَیں جمعہ کے بعد اِنْشَاءَاللّٰہُ تَعَالٰی ان کا جنازہ پڑھوں گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس حد تک یہاں کے لوگوں کو اس جنازہ کا علم ہوا اور وہ کس حد تک اس میں شامل ہوئے لیکن

بہر حال جو لوگ ان کے جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔اب ان کو بھی موقع مل جائے گا اور جو لوگ شامل ہو چکے ہیں انہیں دوبارہ دعا کا موقع مل جائے گا۔مومن کے لئے دعا اسی کے لئے دعا نہیں ہوتی بلکہ خود اپنے لئے بھی دعا ہوتی ہے۔بعض لوگ جنازہ کے متعلق یہ خیال کر لیتے ہیں کہ یہ صرف مرنے والے کے لئے دعا ہے اور وہ اس پر احسان کرنے چلے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کو مومن کے لئے اتنی غیرت ہوتی ہے کہ وہ کسی کے احسان کو برداشت نہیں کر سکتا۔خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی دعا زیادہ سنی جائے گی۔حدیثوں میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن نماز میں اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے لئے دعا سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اس وقت فرشتے اس کی طرف سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو کچھ خدا تعالیٰ سے وہ اپنے بھائی کے لئے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا! اسے فلاں چیز دے وہی دعا فرشتے اس کے لئے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو اس دعا کو مانگنے والے کو بھی وہ چیز دے جو یہ اپنے بھائی کے لئے مانگ رہا ہے۔مثلاً اگر کوئی اپنے ہمسایہ کے لئے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! اس کے بچے نیک ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! اس شخص کے اپنے بچوں کو بھی تو نیک بنا دے۔جب وہ کہتا ہے کہ یا اللہ! فلاں شخص کی مالی مشکلات کو دور فرما تو خدا تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ!اس کی مالی مشکلات کو بھی تُو دور فرما دے۔اسی طرح جب وہ کہتا ہے کہ یا اللہ! فلاں کی عزت پر جو حملہ ہو رہا ہے اس سے اس کو محفوظ رکھ۔تو خدا تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اس کی عزت کو بھی ہر حملہ سے محفوظ رکھ۔1

غرض جو دعا وہ دوسرے کے لئے کرتا ہے۔خدا تعالیٰ کے فرشتے وہی دعا ساتھ ساتھ اس کے لئے بھی کرتے جاتے ہیں۔یہی حال جنازہ کی دعا کا ہے جو مرنے والے کے لئے آخری دعا ہوتی ہے اس میں بھی خدا تعالیٰ کے فرشتے بہت زیادہ جوش کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنے والوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔پس جب کوئی شخص جنازہ پر دعا مانگتا ہے تو وہ صرف اس کے لئے دعا نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ ایک سودا

کر رہا ہوتا ہے جس میں یہ خود بہت زیادہ فائدہ میں رہتا ہے۔ وہ میّت کے لئے دعا کرتا ہے اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جب حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے وفات پائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنازہ پڑھایا تو آپ بہت دیر تک ان کے لئے دعا کرتے رہے اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آج ہم نے اپنی ساری جماعت کے لوگوں کا جنازہ پڑھا دیا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں اس کا بھی یہی مفہوم تھا کہ آپ نے فرشتوں والا کام کیا یعنی جس طرح فرشتے جب کسی کو اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا دیکھتے ہیں تو خود اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا کہ جماعت کے لوگ خدا تعالیٰ کے ایک نیک بندے کی وفات پر اس کے لئے یہ دعا کر رہے ہیں کہ خدا اس کے مدارج کو بلند کرے، اسے اپنے قُرب میں جگہ دے اور اسے اپنی رضا کا مقام عطا کرے تو آپ نے بھی ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگنی شروع کر دی کہ اے خدا! تُو ان دعا کرنے والوں کے مدارج کو بھی بلند فرما، انہیں اپنے قرب میں جگہ دے اور انہیں اپنی رضا کی نعمت سے متمتع فرما۔ گویا فرشتوں والا معاملہ آپ نے اپنی جماعت کے تمام افراد سے کیا اور اس طرح سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی دعا سے حصہ مل گیا۔ غرض یہ دعا معمولی نہیں ہوتی۔ اس لئے مَیں امید کرتا ہوں کہ دوست اس جنازہ میں میرے ساتھ شریک ہوں گے۔ مجھے کسی شخص نے بتایا نہیں کہ جماعت کو کس حد تک ان کے جنازہ کی خبر سے واقف کیا گیا تھا اور کس قدر لوگ جنازہ میں شامل ہوئے۔ مگر میرے نزدیک ہر مخلص اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایسے جنازہ میں شامل ہونے کی انسان کو مقدرت ہو تو اس کے لئے میلوں میل سفر کرنا بھی دوبھر نہیں ہو سکتا۔ یہ محض ایک نفع مند سَودا ہے اور اپنے فرض کی ادائیگی ہے۔

بہرحال جن دوستوں کو ان کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ان کو اب جمعہ کے بعد اِنْشَاءَاللّٰہ مل جائے گا اور چونکہ یہ ایک اہم واقعہ ہے اس

لئے مَیں آج کا خطبہ بھی اسی مضمون کے متعلق پڑھنا چاہتا ہوں اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ چونکہ یہ مغربیت کے زور کا زمانہ ہے اس لئے لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کا کس طرح یہ قانون ہے کہ پاس کی چیز بھی کچھ حصہ ان برکات کا لے لیتی ہے جو حصہ برکات کا اصل چیز کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو نہایت ہی لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا اور لوگوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔2 یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ نبی کی بیویاں نبی نہیں ہوتیں پھر ان کو مومنوں کی مائیں کیوں قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر برکات لے کر آتے ہیں ان کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والا انسان بھی کچھ حصہ ان برکات سے پاتا ہے جو اسے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور نمازِ استسقاء ادا کرنی پڑتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح دعا کیا کرتے تھے کہ اے خدا پہلے جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور ہماری تکلیف بڑھ جاتی تھی تو ہم تیرے نبی کی برکت سے دعا مانگا کرتے تھے اور تو اپنے فضل سے بارش برسا دیا کرتا تھا مگر اب تیرا نبی ہم میں موجود نہیں۔ اب ہم اس کے چچا حضرت عباسؓ کی برکت سے تجھ سے دعا مانگتے ہیں۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تو ابھی آپؓ نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بارش برسنی شروع ہو گئی۔3

اب حضرت عباسؓ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عہدے پر قائم نہیں کئے گئے تھے۔ ان کا تعلق صرف یہ تھا کہ وہ رسول کریم ﷺ کے چچا تھے اور جس طرح بارش جب برستی ہے تو اس کے چھینٹے اِردگرد بھی پڑ جاتے ہیں۔ بارش صحن میں ہو رہی

ہوتی ہے تو برآمدہ وغیرہ بھی گیلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کا نبی ہی اس کا نبی تھا مگر اس سے تعلق رکھنے والے، اس کی بیویاں، اس کے بچے، اس کی لڑکیاں، اس کے دوست اور اس کے رشتہ دار سب ان برکات سے کچھ نہ کچھ حصہ لے گئے جو اس پر نازل ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہ خدا کی سنت اور اس کا طریق ہے کہ جس طرح بیویاں، بچے اور رشتہ دار برکات سے حصہ لیتے ہیں اسی طرح وہ گہرے دوست بھی برکات سے حصہ لیتے ہیں جو نبی کے ساتھ اپنے آپ کو پیوست کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کی طرف سے ایک حصن حصین ہوتے ہیں اور دنیا ان کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہتی ہے۔ مجھے جو شعر انتہائی پسند ہیں ان میں سے چند شعر وہ بھی ہیں جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ایک مجذوب نے کہے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی جب وفات پا گئے تو ان کے جنازہ کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا اور لاکھوں لوگ اس میں شریک ہوئے۔ اس وقت بغداد کے قریب ہی ایک مجذوب رہتا تھا۔ بعض لوگ اسے پاگل کہتے اور بعض ولی اللہ سمجھتے۔ وہ بغداد کے پاس ہی ایک کھنڈر میں رہتا تھا۔ کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا اور نہ لوگوں سے بات چیت کرتا مگر لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے جب جنازہ اٹھایا گیا تو وہ بھی ساتھ ساتھ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ مَیں نے دیکھا وہ نماز جنازہ میں شریک ہوا، قبر تک ساتھ گیا اورجب حضرت جنید بغدادی کو لوگ دفن کرنے لگے تو اُس وقت بھی وہ اسی جگہ تھا۔ جب لوگ حضرت جنید بغدادی کو دفن کر چکے تو اُس نے آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ چار شعر کہے ؎

وَا اَسَفَا عَلٰی فِرَاقِ قَوْمٍ ۔۔۔ هُمُ الْمَصَابِيْحُ وَالْحُصُوْنُ

وَالْمُدْنُ وَالْمُزْنُ وَالرَّوَاسِيْ ۔۔۔ وَالْخَيْرُ وَالْاَمْنُ وَالسُّكُوْنُ

لَمْ تَتَغَيَّرْ لَنَا اللَّيَالِيْ ۔۔۔ حَتّٰى تَوَفَّهُمُ الْمَنُوْنُ

فَکُلُّ جَمْرٍ لَنَا قُلُوْبٌ　　وَکُلُّ مَاءٍ لَنَا عُیُوْنٌ 4

اس کے معنی یہ ہیں کہ :۔

وَا اَسَفَا عَلٰی فِرَاقِ قَوْمٍ　　هُمُ الْمَصَابِیْحُ وَالْحُصُوْنُ

ہائے افسوس ان لوگوں کی جدائی پر جو دنیا کے لئے سورج کا کام دے رہے تھے اور جو دنیا کے لئے قلعوں کا رنگ رکھتے تھے۔ لوگ ان سے نور حاصل کرتے تھے اور انہی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذابوں اور مصیبتوں سے دنیا کو نجات ملتی تھی۔

وَالْمُدْنُ وَالْمُزْنُ وَالرَّوَاسِیْ　　وَالْخَیْرُ وَالْاَمْنُ وَالسُّکُوْنُ

وہ شہر تھے جن سے تمام دنیا آباد تھی۔ وہ بادل تھے جو سوکھی ہوئی کھیتیوں کو ہرا کر دیتے تھے، وہ پہاڑ تھے جن سے دنیا کا استحکام تھا۔ اسی طرح وہ تمام بھلائیوں کے جامع تھے اور دنیا ان سے امن اور سکون حاصل کر رہی تھی

لَمْ تَتَغَیَّرْ لَنَا اللَّیَالِیْ　　حَتّٰی تَوَفَّاهُمُ الْمَنُوْنُ

ہمارے لئے زمانہ تبدیل نہیں ہوا۔ مشکلات کے باوجود ہمیں چین ملا، آرام حاصل ہوا اور دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں نے ہمیں گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر جب وہ فوت ہو گئے تو ہمارے سکھ بھی تکلیفیں بن گئے اور ہمارے آرام بھی دکھ بن گئے

فَکُلُّ جَمْرٍ لَنَا قُلُوْبٌ　　وَکُلُّ مَاءٍ لَنَا عُیُوْنٌ

پس اب ہمیں کسی آگ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے دل خود انگارا بنے ہوئے ہیں اور ہمیں کسی اور پانی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری آنکھیں خود بارش برسا رہی ہیں۔

یہ ایک نہایت ہی عجیب نقشہ ایک صالح بزرگ کی وفات کا ہے۔ اور کہنے والا کہتا ہے یہ اشعار اس مجذوب نے کہے اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا جب دوسرے دن اس کھنڈر کو دیکھا گیا تو وہ خالی تھا اور مجذوب اس ملک کو ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ تو یہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے انبیاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کا قرب رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے قائم کردہ خلفاء کے بعد

دوسرے درجہ پر دنیا کے امن اور سکون کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ بڑے لیکچرار ہوں، یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ خطیب ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ پھر پھر کر لوگوں کو تبلیغ کرنے والے ہوں۔ ان کا وجود ہی لوگوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی نافرمانی کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عذاب کو روک دیتا ہے اور کہتا ہے ابھی اس قوم پر مت نازل ہو کیونکہ اس میں ہمارا ایسا بندہ موجود ہے جسے اس عذاب کی وجہ سے تکلیف ہو گی۔ پس اس کی خاطر دنیا میں امن اور سکون ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام پر ایمان لائے یہ تو اس عام درجہ سے بھی بالا تھے ان کو خدا نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل کا صحابی اور پھر ابتدائی صحابی بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے صدیوں میں بھی دکھانے سے قاصر رہے گی۔

تم میں سے بہت ہیں جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا عاشق سمجھتے ہیں مگر عشق کی آگ اپنے دھوئیں سے پہچانی جاتی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں سے عشق کی آگ کا جو دھواں اٹھتا دیکھا وہ اَور لوگوں کے دلوں میں سے اٹھتا نہیں دیکھا۔ اس لئے صرف مُنہ کے دعویٰ پر ہم یقین نہیں کر سکتے۔ بے شک ہم اتنی بات مان سکتے ہیں کہ کہنے والا اپنے نقطۂ نگاہ سے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا عاشق ہی سمجھتا ہے اور اس میں وہ جھوٹ سے کام نہیں لے رہا مگر موازنہ کرنا تو ہمارا کام ہے اور ہم جنہوں نے پہلوں کی محبت کے نظارے دیکھے اور بعد کے لوگوں کے دعوے بھی سُنے بآسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان میں سے سچا عاشق کون ہے ورنہ یوں تو ہر شخص اپنی محبت کو دوسروں سے فائق سمجھا ہی کرتا ہے۔

مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا اور نہ بھول سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن باہر سے

مجھے کسی نے آواز دے کر بلوایا اور خادمہ یا کسی بچے نے بتایا کہ دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ میں باہر نکلا تو منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کھڑے تھے۔ وہ بڑے تپاک سے آگے بڑھے، مجھ سے مصافحہ کیا اور اسکے بعد انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اپنی جیب سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا کہ یہ اماں جان کو دے دیں اور یہ کہتے ہی ان پر ایسی رقت طاری ہوئی اور وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے اور ان کے رونے کی حالت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا رہ گیا کہ یہ رو کیوں رہے ہیں۔ مگر میں خاموش کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان سے رونے کی وجہ دریافت کروں۔ اسی طرح وہ کئی منٹ تک روتے رہے۔ منشی اروڑے خاں صاحب مرحوم نے بہت ہی معمولی ملازمت سے ترقی کی تھی۔ پہلے کچہری میں وہ چپڑاسی کا کام کرتے تھے۔ پھر اہلمد کا عہدہ آپ کو مل گیا، اس کے بعد نقشہ نویس ہو گئے۔ پھر اَور ترقی کی تو سررشتہ دار ہو گئے اس کے بعد ترقی پا کر نائب تحصیلدار ہو گئے اور پھر تحصیلدار بن کر ریٹائر ہوئے۔ ابتداء میں ان کی تنخواہ دس پندرہ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جب ان کو ذرا صبر آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں؟ وہ کہنے لگے میں غریب آدمی تھا۔ مگر جب بھی مجھے چھٹی ملتی مَیں قادیان آنے کے لئے چل پڑتا تھا۔ سفر کا بہت سا حصہ میں پیدل ہی طے کرتا تھا تاکہ سلسلہ کی خدمت کے لئے کچھ پیسے بچ جائیں۔ مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہو جاتا۔ یہاں آکر جب میں امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش! میرے پاس بھی روپیہ ہو اور میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہو گئی (اس وقت ان کی تنخواہ شاید بیس پچیس روپیہ تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینے کچھ رقم جمع کرنی شروع کر دی اور میں نے اپنے دل میں

یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار تک پہنچ جائے گی جو میں چاہتا ہوں تو میں اسے پونڈوں کی صورت میں تبدیل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر کہنے لگے جب میرے پاس ایک پونڈ کے برابر رقم جمع ہو گئی تو وہ رقم دے کر میں نے ایک پونڈ لے لیا پھر دوسرے پونڈ کے لئے رقم جمع کرنی شروع کر دی اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس کے لئے رقم جمع ہو گئی تو دوسرا پاؤنڈ لے لیا۔ اسی طرح میں آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کر کے انہیں پونڈوں کی صورت میں تبدیل کرتا رہا اور میرا منشاء یہ تھا کہ میں یہ پونڈ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ مگر جب میرے دل کی آرزو پوری ہو گئی اور پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو یہاں تک وہ پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقّت کی حالت طاری ہو گئی اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرہ کو اس طرح پورا کیا کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وفات ہو گئی۔

یہ اخلاص کا کیسا شاندار نمونہ ہے کہ ایک شخص چندے بھی دیتا ہے، قربانیاں بھی کرتا ہے، مہینہ میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ تین تین دفعہ جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان پہنچ جاتا ہے۔ سلسلہ کے اخبار کتابیں بھی خریدتا ہے۔ ایک معمولی سی تنخواہ ہوتے ہوئے، جب کہ آج اس تنخواہ سے بہت زیادہ تنخواہیں وصول کرنے والے اس قربانی کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی قربانی نہیں کرتے۔ اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ امیر لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سونا پیش کرتے ہیں تو میں ان سے پیچھے کیوں رہوں۔ چنانچہ وہ ایک نہایت ہی قلیل تنخواہ میں سے ماہوار کچھ رقم جمع کرتا اورایک عرصہ دراز تک جمع کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم اس دوران اس نے اپنے گھر میں کیا کیا تنگیاں برداشت کی ہوں گی، کیا کیا تکلیفیں تھیں جو اس نے خوشی سے جھیلی ہوں گی۔ محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر سکے۔

مگر جب اس کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو اس رنگ میں خوشی حاصل کرنے سے محروم کر دیتی ہے جس رنگ میں وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ مَیں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بعض غیر احمدی دوستوں نے کہا۔ تم ہمیشہ ہمیں تبلیغ کرتے رہتے ہو فلاں جگہ مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں۔ تم بھی چلو اور ان کی باتوں کا جواب دو۔ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کچھ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے دوران ملازمت ہی انہیں پڑھنے لکھنے کی جو مشق ہوئی وہی انہیں حاصل تھی۔ وہ کہنے لگے جب ان دوستوں نے اصرار کیا تو مَیں نے کہا اچھا چلو۔ چنانچہ وہ انہیں جلسہ میں لے گئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے احمدیت کے خلاف تقریر کی اور اپنی طرف سے خوب دلائل دیئے۔ جب تقریر ختم کر کے وہ بیٹھ گئے تو منشی اروڑے خان صاحب سے ان کے دوست کہنے لگے کہ بتائیں ان دلائل کا کیا جواب ہے۔ منشی اروڑے خان صاحب فرماتے تھے۔ مَیں نے ان سے کہا یہ مولوی ہیں اور مَیں اَن پڑھ آدمی ہوں۔ ان کی دلیلوں کا جواب تو کوئی مولوی ہی دے گا۔ مَیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مَیں نے حضرت مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہوئی ہے وہ جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں ایک واقعہ سنایا جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ہنسے اور مجلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی بہت محظوظ ہوئے۔ منشی اروڑے خان صاحب شروع میں قادیان بہت زیادہ آیا کرتے تھے۔ بعد میں چونکہ بعض اہم کام ان کے سپرد ہو گئے اس لئے جلدی چھٹی ملنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ قادیان اکثر آتے رہتے تھے۔ ہمیں یاد ہے جب ہم چھوٹے بچے ہوا کرتے تھے تو ان کا آنا ایسا ہی ہوا کرتا تھا جیسے کوئی مدتوں کا بچھڑا ہوا بھائی سالہا سال کے بعد اپنے کسی عزیز سے آ کر ملے۔ کپور تھلہ کی جماعت میں سے منشی اروڑے خان صاحب، منشی ظفر احمد صاحب اور منشی محمد خان صاحب جب بھی آتے تھے تو ان کے آنے

سے ہمیں بڑی خوشی ہوا کرتی تھی۔ غرض اس دوست نے بتایا کہ منشی اروڑے خان صاحب تو ایسے آدمی ہیں کہ یہ مجسٹریٹ کو بھی ڈرا دیتے ہیں پھر اس نے سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے مجسٹریٹ سے کہا مَیں قادیان جانا چاہتا ہوں۔ مجھے چھٹی دے دیں اس نے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ سیشن جج کے دفتر میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا قادیان میں مَیں نے ضرور جانا ہے مجھے آپ چُھٹی دے دیں۔ وہ کہنے لگا کام بہت ہے اس وقت آپ کو چُھٹی نہیں دی جا سکتی۔ وہ کہنے لگے بہت اچھا آپ کا کام ہوتا رہے مَیں تو آج سے ہی بد دعا میں لگ جاتا ہوں۔ آپ اگر نہیں جانے دیتے تو نہ جانے دیں۔ آخر اس مجسٹریٹ کو کوئی ایسا نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا اور جب بھی ہفتہ کا دن آتا وہ عدالت والوں سے کہتا کہ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا کیونکہ منشی اروڑے خان صاحب کی گاڑی کا وقت نکل جائے گا۔ اس طرح وہ آپ ہی جب بھی منشی صاحب کا ارادہ قادیان آنے کا ہوتا انہیں چُھٹی دے دیتا اور وہ قادیان پہنچ جاتے۔

پھر ان کی محبت کا یہ نقشہ بھی مجھے کبھی نہیں بھولتا جو گو انہوں نے مجھے خود ہی سنایا تھا مگر میری آنکھوں کے سامنے وہ یوں پھرتا رہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے اس واقعہ کے وقت مَیں بھی وہیں موجود تھا۔ انہوں نے سنایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے ایک دفعہ ہم نے عرض کیا کہ حضور کبھی کپور تھلہ تشریف لائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرمالیا کہ جب فرصت ملی تو آجاؤں گا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک دن کپور تھلہ میں میں ایک دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شدید ترین دشمن اڈے کی طرف سے آیا اور مجھے کہنے لگا۔ لو تمہارا مرزا کپورتھلے آگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب فرصت ملی تو وہ اطلاع دینے کا وقت نہ تھا اس لئے آپ بغیر اطلاع دیئے ہی چل پڑے۔ منشی اروڑے خان صاحب نے یہ خبر سنی تو وہ خوشی میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اڈے کی طرف بھاگے مگر چونکہ خبر دینے والا شدید ترین مخالف تھا اور ہمیشہ احمدیت سے تمسخر کرتا رہتا تھا اس لئے ان کا بیان تھا کہ تھوڑی دور جاکر مجھے خیال آیا کہ یہ بڑا خبیث دشمن ہے اس نے

ضرور مجھ سے ہنسی کی ہوگی۔ چنانچہ مجھ پر جنون سا طاری ہوگیا اور یہ خیال کرکے کہ نامعلوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے بھی ہیں یا نہیں۔ میں کھڑا ہوگیا اور میں نے اسے بے تحاشہ برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ تُو بڑا خبیث اور بدمعاش ہے تُو کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتا اور ہمیشہ ہنسی کرتا رہتا ہے بھلا ہماری قسمت کہاں کہ حضرت صاحب کپورتھلہ تشریف لائیں۔ وہ کہنے لگا کہ آپ ناراض نہ ہوں اور جاکر دیکھ لیں مرزا صاحب واقع میں آئے ہوئے ہیں۔ اس نے یہ کہا تو میں پھر دوڑ پڑا مگر پھر خیال آیا کہ اس نے ضرور مجھ سے دھوکا کیا ہے چنانچہ پھر میں اسے کوسنے لگا کہ تو بڑا جھوٹا ہے ہمیشہ مجھ سے مذاق کرتا رہتا ہے ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ مگر اس نے پھر کہا منشی صاحب وقت ضائع نہ کریں مرزا صاحب واقع میں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پھر اس خیال سے کہ شاید آہی گئے ہوں میں دوڑ پڑا مگر پھر یہ خیال آجاتا کہ کہیں اس نے دھوکا ہی نہ دیا ہو۔ چنانچہ پھر اسے ڈانٹا۔ آخر وہ کہنے لگا۔ مجھے برا بھلا نہ کہو اور جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو واقع میں مرزا صاحب آئے ہوئے ہیں۔ غرض میں کبھی دوڑتا اور کبھی یہ خیال کرکے کہ مجھ سے مذاق ہی نہ کیا گیا ہو ٹھہر جاتا۔ میری یہی حالت تھی کہ میں نے سامنے کی طرف جو دیکھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے تھے۔ اب یہ والہانہ محبت اور عشق کا رنگ کتنے لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ یقیناً بہت ہی کم لوگوں کے دلوں میں۔

میاں عبداللہ صاحب سنوری بھی اپنے اندر ایسا ہی عشق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وہ قادیان میں آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ان سے کوئی کام لے رہے تھے اس لئے جب میاں عبداللہ صاحب سنوری کی چُھٹی ختم ہوگئی اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جانے کے لئے اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا۔ ابھی ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مزید رخصت کے لئے درخواست بھجوا دی مگر محکمہ کی طرف سے جواب آیا کہ اور چھٹی نہیں مل سکتی تو

انہوں نے اس امر کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے پھر فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ چنانچہ انہوں نے لکھ دیا کہ میں ابھی نہیں آسکتا۔ اس پر محکمہ والوں نے انہیں ڈِس مِس(DISMISS) کر دیا۔ چار یا چھ مہینے جتنا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں رہنے کے لئے کہا تھا وہ یہاں ٹھہرے رہے۔ پھر جب واپس گئے تو محکمہ نے یہ سوال اٹھا دیا کہ جس افسر نے انہیں ڈِس مِس کیا تھا اس افسر کا یہ حق ہی نہیں تھا کہ وہ انہیں ڈِس مِس کرتا۔ چنانچہ وہ پھر اپنی جگہ پر بحال کئے گئے اور پچھلے مہینوں کی جو وہ قادیان میں گزار گئے تھے تنخواہ بھی مل گئی۔

اسی طرح منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے ساتھ واقعہ پیش آیا جو کل ہی ڈلہوزی کے راستہ میں میاں عطاء اللہ صاحب وکیل سلّمہ اللہ تعالیٰ نے سنایا۔ یہ واقعہ الحکم 14، اپریل 1934ء میں بھی چھپ چکا ہے اس لئے منشی صاحب کے اپنے الفاظ میں اسے بیان کر دیتا ہوں۔

"میں جب سررشتہ دار ہوگیا اور پیشی میں کام کرتا تھا تو ایک دن مسلیں وغیرہ بند کرکے قادیان چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے اجازت چاہی تو فرمایا ابھی ٹھہریں۔ پھر عرض کرنا مناسب نہ سمجھا کہ آپ ہی فرمائیں گے۔ اس پر ایک مہینہ گزر گیا۔ ادھر مسلیں میرے گھر میں تھیں کام بند ہوگیا اور سخت خطوط آنے لگے مگر یہاں یہ حالت تھی کہ ان خطوط کے متعلق وہم بھی نہ آتا تھا۔ حضور کی صحبت میں ایک ایسا لطف اور محویت تھی کہ نہ نوکری کے جانے کا خیال تھا اور نہ کسی باز پُرسی کا اندیشہ آخر ایک نہایت ہی سخت خط وہاں سے آیا۔ میں نے وہ خط حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ پڑھا اور فرمایا لکھ دو ہمارا آنا نہیں ہوتا۔ میں نے وہی فقرہ لکھ دیا۔ اس پر ایک مہینہ اَور گزر گیا۔ تو ایک دن فرمایا کتنے دن ہوگئے؟ پھر آپ ہی گننے لگے اور فرمایا اچھا آپ چلے جائیں۔ میں چلا گیا اور کپورتھلہ پہنچ کر لالہ ہرچرن داس مجسٹریٹ کے مکان پر گیا تاکہ معلوم کروں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا منشی جی! آپ کو مرزا صاحب نے نہیں آنے دیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا ان کا

حکم مقدم ہے۔"

میاں عطاء اللہ صاحب کی روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ منشی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ لکھ دو ہم نہیں آسکتے تو میں نے وہی الفاظ لکھ کر مجسٹریٹ کو بھجوا دیئے۔ یہ ایک گروہ تھا جس نے عشق کا ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا کہ ہماری آنکھیں اب پچھلی جماعتوں کے آگے نیچی نہیں ہوسکتیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں میں کتنی ہی کمزوریاں ہوں کتنی ہی غفلتیں ہوں لیکن اگر موسیٰؑ کے صحابی ہمارے سامنے اپنا نمونہ پیش کریں تو ہم ان کے سامنے اس گروہ کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عیسیٰؑ کے صحابی اگر قیامت کے دن اپنے اعلیٰ کارنامے پیش کریں تو ہم فخر کے ساتھ ان کے سامنے اپنے ان صحابہ کو پیش کر سکتے ہیں اور یہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نہیں کہہ سکتا میری امت اور مہدی کی امت میں کیا فرق ہے۔ میری اُمت زیادہ بہتر ہے یا مہدی کی امت زیادہ بہتر 5 تو درحقیقت ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کی طرح ہر قسم کی قربانیاں کرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

حضرت خلیفہ اول کو ہی دیکھ لو۔ ان کو خدا نے چونکہ خود جماعت میں ایک ممتاز مقام بخش دیا ہے اس لئے مَیں نے ان کا نام نہیں لیا۔ ورنہ ان کی قربانیوں کے واقعات بھی حیرت انگیز ہیں۔ آپ جب قادیان میں آئے تو اس وقت بھیرہ میں آپ کی پریکٹس جاری تھی۔ مطب کھلا تھا اور کام بڑے وسیع پیمانہ پر جاری تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب آپ نے واپس جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا۔ کیا جانا ہے، آپ اسی جگہ رہیں۔ پھر حضرت خلیفہؓ اول خود اسباب لینے کے لئے بھی نہیں گئے بلکہ کسی دوسرے آدمی کو بھیج کر بھیرہ سے اسباب منگوایا۔ یہی وہ قربانیاں ہیں جو جماعتوں کو خدا تعالیٰ کے حضور ممتاز کیا کرتی ہیں اور

یہی وہ مقام ہے جس کے حاصل کرنے کی ہر شخص کو جد و جہد کرنی چاہئے۔ خالی فلسفیانہ ایمان انسان کے کسی کام نہیں آسکتا۔ انسان کے کام آنے والا وہی ایمان ہے جس میں عشق اور محبت کی چاشنی ہو۔ فلسفی اپنی محبت کے کتنے ہی دعویٰ کرے۔ ایک دلیل بازی سے زیادہ ان کی وقعت نہیں ہوتی کیونکہ اس نے صداقت کو دل کی آنکھ سے نہیں بلکہ محض عقل کی آنکھ سے دیکھا ہوتا ہے مگر وہ جو عقل کی آنکھ سے نہیں بلکہ دل کی نگاہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی صداقت اور شعائر اللہ کو پہچان لیتا ہے اسے کوئی شخص دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ دماغ کی طرف سے فلسفہ کا ہاتھ اٹھتا ہے اور دل کی طرف سے عشق کا ہاتھ اٹھتا ہے اور عشق کا بندھن ہی وہ چیز ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ فلسفہ سے تم صرف قیاس کرتے ہو اور کہتے ہو کہ فلاں چیز ہے مگر عشق سے تم اس چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے ہو اور مشاہدہ اور رویت کے مقام کو حاصل کر لیتے ہو جیسے مَیں نے مثال بھی بتائی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں احمدیت کے خلاف کئی دلائل پیش کئے مگر منشی اروڑے خان صاحب مرحوم نے ان کو ایک فقرہ میں ہی ردّ کر دیا۔ انہوں نے کہا مولوی صاحب کے دلائل کا جواب تو کسی مولوی سے پوچھیں۔ مَیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ جو چہرہ مَیں نے دیکھا ہے وہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دل کی آنکھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو مشاہدہ کرنے کا نتیجہ تھا اور دل کی آنکھ سے مشاہدہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے بعد فلسفیانہ دلائل انسان کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ تم سورج کو اگر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو تو پھر کوئی لاکھ دلائل دے کہ سورج اس وقت چڑھا ہوُا نہیں۔ تم اس کے دلائل سے متاثر نہیں ہو گے حالانکہ کئی امور ایسے ہیں جن میں انسان دوسروں کے کہنے پر دھوکا کھا جاتا اور شبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مگر سورج دیکھنے کے بعد کوئی شخص اس کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔ خواہ اس کے خلاف اسے ہزاروں دلائل ہی کیوں نہ دیئے جائیں۔ اسی طرح تمہیں اَور باتوں میں بے شک دھوکا لگ سکتا ہے مگر کیا کوئی شخص تمہیں یہ بھی

دھوکا دے سکتا ہے کہ تمہاری بیوی اور بچے نہیں۔ تم ایسا کبھی نہیں سمجھو گے اور اگر کوئی تمہیں اس فریب میں مبتلا کرنا چاہے تو تم اسے دھوکا باز اور بد نیت سمجھو گے۔ اسی طرح جو لوگ عشق کی آنکھ سے دیکھتے ہیں وہ صداقت کا مشاہدہ کر لیتے اور حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں مگر جو لوگ محض عقل سے کام لیتے ہیں وہ ہمیشہ قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور قیاس کرنے والے ٹھوکر کھا جایا کرتے ہیں۔

پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے نقش قدم پر جماعت کے دوستوں کو چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کہنے والے کہیں گے کہ یہ شرک کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ جنون کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ پاگل پن کی تعلیم دی جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ پاگل وہی ہیں جنہوں نے اس رستہ کو نہیں پایا اور اس شخص سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں جس نے عشق کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کو پالیا اور جس نے محبت میں محو ہوکر اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ اب اسے خدا سے اور خدا کو اس سے کوئی چیز جدا نہیں کرسکتی کیونکہ عشق کی گرمی ان دونوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتی ہے جس طرح ویلڈنگ کیا جاتا اور دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں بالکل پیوست کر دیا جاتا ہے مگر وہ جسے محض فلسفیانہ ایمان حاصل ہوتا ہے اس کا خدا سے ایسا ہی جوڑ ہوتا ہے جیسے قلعی کا ٹانکہ ہوتا ہے ذرا گرمی لگے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر جب ویلڈنگ ہو جاتا ہے تو ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کا جزو ہو۔ پس اپنے اندر عشق پیدا کرو اور وہ راہ اختیار کرو جو ان لوگوں نے اختیار کی پیشتر اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو صحابی باقی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں۔ بے شک ابتدائی گہرا تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے منشی ظفر احمد صاحب آخری صحابی تھے مگر ابھی بعض اور پرانے لوگ موجود ہیں گو اتنے پرانے نہیں جتنے منشی ظفر احمد صاحب تھے۔ چنانچہ کوٹلہ میں میر عنایت علی صاحب ابھی زندہ ہیں جنہوں نے ساتویں نمبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی مگر پھر بھی یہ جماعت

کم ہوتی چلی جارہی ہے اور وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ سے گہرا تعلق اور بے تکلفی رکھتے تھے ان میں سے تو غالباً منشی ظفر احمد صاحب آخری آدمی تھے۔ کپورتھلہ کی جماعت کو ایک یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جماعت کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مجھے یقین ہے جس طرح خدا نے اس دنیا میں ہمیں اکٹھا رکھا ہے اسی طرح اگلے جہان میں بھی کپورتھلہ کی جماعت کو میرے ساتھ رکھے گا6 مگر اس سے کپورتھلہ کی جماعت کا ہر فرد مراد نہیں بلکہ صرف وہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دیا جیسے منشی اروڑے خان صاحب تھے یا منشی محمد خان صاحب تھے یا منشی ظفر احمد صاحب تھے۔ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہزاروں نشانوں کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے۔ نامعلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا مگر بہرحال خداتعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے۔ ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپ کی زبان اور آپ کے کان اور آپ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعے ظاہر ہوئے۔ تم صرف وہ نشانات پڑھتے ہو جو الہامات پورے ہوکر نشان قرار پائے مگر اُن نشانوں سے ہزاروں گُنے زیادہ وہ نشانات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان، ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں پر جاری کرتا ہے اور ساتھ رہنے والے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ خدا کے نشانات ظاہر ہورہے ہیں۔ وہ انہیں اتفاق قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ نشانات ایسے حالات میں ظاہر ہوتے ہیں جو بالکل مخالف ہوتے ہیں اور جن میں ان باتوں کا پورا ہونا بہت بڑا نشان ہوتا ہے۔ پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کرلی ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بد قسمتی کی علامت ہے۔ بہرحال ان لوگوں کی قدر کرو۔ ان کے نقش قدم پر چلو اور اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ فلسفیانہ ایمان

انسان کے کسی کام نہیں آتا۔ وہی ایمان کام آسکتا ہے جو مشاہدہ پر مبنی ہو اور مشاہدہ کے بغیر عشق نہیں ہوسکتا۔ جو شخص کہتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے اسے محبت کامل حاصل ہوگئی ہے وہ جھوٹا ہے۔ مشاہدہ ہی ہے جو انسان کو عشق کے رنگ میں رنگین کرتا ہے اور اگر کسی کو یہ بات حاصل نہیں تو وہ سمجھ لے کہ فلسفہ انسان کو محبت کے رنگ میں رنگین نہیں کرسکتا فلسفہ صرف دوئی پیدا کرتا ہے۔"

(الفضل 28 اگست 1941ء)

---

1 مسلم کتاب الذکر و الدعاء و التوبہ باب فضل الدعا بظھر الغیب

2 اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب: 7)

3 بخاری کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا

4 تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی جلد 7 صفحہ 256 مطبوعہ بیروت 1997ء

5 ترمذی ابواب الادب باب مثل امتی مثل المطر

6 مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام منشی محمد خان صاحب مطبوعہ بدر یکم اکتوبر 1908ء